اقبال کی ایک نادر تالیف

خورشید احمد

(۱)

قوموں کے عروج و زوال اور ان کے بقاء و استحکام کا انحصار تعلیم پر ھے صحیح تعلیم ھی کے ذریعہ ایک فرد اور ایک قوم ترقی کی اعلی ترین بلندیوں سے ھمکنار ھوتی ھے۔ اور تعلیم کے فقدان یا اسکی غلط روش کی وجہ سے قعر مذلت میں گر جاتی ھے۔

بیرونی سامراج ھمیشہ اس بات کی کوشش کرتا ھے کہ تعلیم کی قوت کو اپنے مذعومہ مقاصد کے لئے استعمال کرے اور اس کے ذریعہ سے ایک قوم کی خودی کو پامال، اسکے عزائم کو مضمحل اور اسکی ھمتوں کو پست کردے۔ یہ تعلیم ھی ھے جس کی مدد سے شیر میں بکری کی صفات اور شاھین میں کنجشک کی عادات پیدا کی جا سکتی ھیں۔ یہ تعلیم ھی ھے جسکے ذریعہ سے نئی نسلوں کا ''ذھنی قتل،، وقوع میں آتا ھے۔ اور قوموں کو نئے فکری سانچوں میں ڈھالا جاتا ھے۔

علامہ اقبال نے تعلیم کی اس عظیم قوت اور سامراجی طاقتوں کے اس حربہ کو اپنی ایک نظم میں بڑے موثر اور دانشین انداز میں بیان کیا ھے۔

ایک لرد فرنگی نے کہا اپنے پسر سے
منظر وہ طلب کر کہ تری آنکھ نہ ھو سیر!
بیچارے کے حق میں ہے یہی سب سے بڑا ظلم
برے پہ اگر فاش کریں قاعدہ شیر!
سینے میں رھے راز ملوکانہ تو بہتر
کرتے نہیں محکوم کو تیغوں سے کبھی زیر!
تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ھوجائے ملائم تو جدھر چاھے اسے پھیر!
تاثیر میں اکسیر سے بڑھکر ھے یہ تیزاب
سونے کا ھمالا ھوتو مٹی کا ھے اک ڈھیر!

اور یہ ایک حقیقت ہے کہ خدایان فرنگ نے ''تعلیم کے تیزاب'' کے ذریعہ ہند و پاکستان کی سر زمین پر پائے جانے والے ''سونے کے ھالہ'' کو ''مٹی کا ایک ڈھیر'' بنانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ نیا نظام تعلیم ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے فوراً بعد نافذ کیا۔ گیا اس نظام کی بنیاد یاد داشت میکالے (Macaulay Minute) اور قرار داد بنٹنک (Bentinck Resolution) پر تھی۔ اور اس کا اصل مقصد بر عظیم میں انگریزی زبان اور تہذیب کو رائج کرنا تھا۔ قرار داد بنٹنک کی رو سے ''حکومت برطانیہ کا سب سے بڑا مقصد ھندوستانی باشندوں میں مغربی ادب اور سائنس کی ترقی ھونا چاھئے۔ اور تمام رقوم صرف انگریزی تعلیم پر صرف ھونا چاھئیں''—

لارڈ میکالے نے اپنی یاد داشت میں اسی مقصد کو کچھ اور واضح الفاظ میں بیان کیا تھا:

''ھمیں اپنے اور ان کروڑوں انسانوں کے درمیان جن پر ھم حکومت کرتے ھیں ترجمانوں (Interpreters) کا ایک طبقہ پیدا کرنے کی پوری کوشش کرنی چاھئے۔ افراد کا ایک ایسا طبقہ جو رنگ و نسل کے اعتبار سے ھندوستانی مگر ذوق، افکار، اخلاق اور ذھن کے اعتبار سے انگریز ھو''—

یہ صحیح ھے کہ اس نظام تعلیم سے کچھ فوائد بھی پہنچے لیکن فکری اور تہذیبی حیثیت سے اسکے اثرات بڑے تباہ کن رھے اور اوپر کے اشعار میں اقبال نے انہی کی طرف اشارہ کیا ھے—

ایک نظام تعلیم کی بنیاد اسکے اصل مقاصد، اساسی اصول اور مرکزی اسپرٹ پر ھوتی ھے۔ اس بنیاد پر جو نظام استوار ھوتا ھے وہ تین ستونوں پر قائم ھوتا ھے اور یہ ستون ھیں۔ (ا) نصاب تعلیم، (ب) اسناد اور(ج) تعلیمی ماحول۔ علامہ اقبال نے اس امر کی کوشش کی کہ مروجہ نظام تعلیم کی فکری اور تہذیبی بنیادوں پر بھر پور ضرب لگائیں۔ اور ملت میں تعلیم کی تشکیل جدید کی ضرورت کا احساس پیدا کریں۔ اس فکری اور نظری کام کے ساتھ ساتھ موصوف ایک ایسا ادارہ بھی قائم کرنے کی عملی کوشش کرتے ھیں جس میں معیاری طرز پر تعلیم دی جائے [1]۔ اپنی ان تمام کوششوں کے ساتھ ساتھ آپ نے اس بات کی کوشش بھی کی کہ

---

۱ ملاحظہ ھو: اقبال نامہ جلد اول—صفحہ ۲۰۱۔

مروجہ نظام میں جہاں اور جو تبدیلی بھی ممکن ہو اسے ضرور بروئے کار لایا جائے اس احساس کے تحت آپ نے حکیم احمد صاحب شجاع کی معاونت سے اسکول کے بچوں کے لئے کچھ نصابی کتب بھی مرتب فرمائی تھیں ۔ ''اردو کورس،، اس سلسلے کی ایک کتاب ہے جو اقبالیات کے نوادرات میں سے ہے—

(۲)

''اردو کورس،، ساتویں جماعت کے طلبا کے لئے مرتب کی گئی تھی ۔ اسکے مولف ڈاکٹر سر محمد اقبال ۔ ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی بیرسٹر ایٹ لا اور حکیم احمد شجاع بی۔اے(علیگ) ہیں ۔ کتاب گلاب چند کپور اینڈ سنز بک سیلرز و پبلشرز انار کلی، لاہور نے شائع کی تھی ۔ اور ہمیں اس کا جو نسخہ ملا ہے اس پر سن طباعت ۱۹۲۴ء درج ہے ۔ یہ کتاب ۳۱٦ صفحات پر مشتمل ہے ۔ اس میں دیباچہ کے علاوہ ۳٦ مضامین نظم و نثر درج ہیں ۔ آخر میں ۴٦ صفحات پر مشتمل فرہنگ ہے جس میں **مشکل** الفاظ کے معانی دئے گئے ہیں—

یہ کتاب کئی حیثیت سے اہم ہے—

اولاً اس کے ذریعہ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ علامہ اقبال کو مسائل تعلیم سے کتنی دلچسپی تھی ۔ اور وہ اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود تعلیم کی تشکیل جدید میں کس طرح عملاً منہمک تھے—

ثانیاً—اس کتاب کے مطالعہ سے تعلیمی اصلاح کے متعلق اقبال کے نظریات و تصورات کا ایک بالکل نیا گوشہ طلباء علم و ادب کے سامنے آتا ہے، اور بہت سے مسائل پر دعوت فکر و عمل دیتا ہے ۔ خصوصیت سے نصابی کتب کے بارے میں جو اصولی باتیں اس میں درج کی گئی ہیں وہ بڑی قیمتی ہیں—

ثالثاً—علامہ کی تالیفات میں غالباً یہ وہ واحد تالیف ہے جسمیں موصوف نے ایک عملی مثال کے ذریعہ یہ دکھایا ہے کہ ان کے آئیڈیل کو حاصل کرنے کی کوشش کس طرز پر ہونی چاہئے ۔ یہ درست ہے کہ انگریزی اقتدار اور آزاد فضا کی عدم موجودگی کے باعث اس میں علامہ کے معیار مطلوب کی روشنی میں بہت سی خامیاں رہ گئی ہونگی ۔ لیکن اس کے باوجود اس مجموعہ کی حیثیت ایک نشان راہ کی سی ہے—

رابعاً—یہ امر بھی دلچسپی کا باعث ہے کہ اقبال نے اپنی عملی کوشش

کا آغاز مڈل کے طلباء کے لئے کتاب مرتب کرکے کیا اور اس کے لئے بھی جس موضوع کو منتخب کیا وہ اردو ادب ھے ۔ اس سے تعلیمی اصلاح میں خود ادب کی اھمیت پر بھی روشنی پڑتی ھے۔

(۳)

کتاب کا سب سے اھم حصہ اس کا دیباچہ ھے ۔ اسمیں کمال اختصار کے ساتھ لیکن بڑے موثر انداز میں "زمانہ حال کے مطالبات" کو پورا کرنے والی درسی کتب کی ضرورت کو پیش کیا گیا ھے ۔ اور ان امتیازی خصوصیات کی نشاندھی کی گئی ھے جن سے نئی کتب کو متصف ھونا چاھئے ۔ "سلسلہ ادبیہ" ــــ جس میں "اردو کورس" شامل ھے ــــ کا اصل مقصد انہی ضروریات کو پورا کرنا ھے۔

دیباچہ میں علامہ نے جن امتیازی خصوصیات کا ذکر کیا ھے ۔ وہ نصاب کی ترتیب کے اساسی اصول قرار دئے جا سکتے ھیں ۔ مختصراً یہ اصول مندرجہ ذیل ھیں :-

۱ــ علمی اور ادبی کتب کو قدیم و جدید فکر و اسالیب کا سنگھم ھونا چاھئے ۔ پرانے طرز کی کتب میں یہ خامی ھوتی ھے کہ وہ نئے رجحانات اور نئے قلمکاروں کے رشحات سے خالی ھوتی ھیں ۔ یہ رجحان بڑا خطرناک ھے اور اس کی بنا پر طالب علم جدید ترقیات کے مطالعہ سے محروم رہ جاتا ھے ۔ لیکن "جدید" پر اھمیت دینے کے معنی یہ نہیں کہ اپنے تہذیبی ورثہ ھی سے آدمی منقطع ھو جائے ۔ ایسا انقطاع فروغ علم کے لئے مہلک ھے ۔ اس سے طلباء اپنی تہذیب ھی سے کٹ جاتے ھیں ۔ اور اس تاریخی احساس سے محروم رھتے ھیں جو بلند ترین ترقیات کا محرک ھوتا ھے۔ قدیم اور جدید کا یہ اتحاد علم و فکر کے لئے بھی ضروری ھے اور زبان و ادب کے لئے بھی۔

طالب علم کو فکر و زبان کی روز افزوں ترقیات سے آگاہ رھنا چاھئے۔ نیز اسکے سامنے پرانے اور نئے اسلوب بیان کی بہترین مثالوں کو پیش کیا جانا چاھئے۔ اسی بنا پر آپ نے فرمایا :

"سلسلہ ادبیہ کی ترتیب میں اس امر کا خاص طور پر لحاظ رکھا گیا

ہے ۔ کہ پرانے اساتذۂ فن کے نتائج فکر کے ساتھ ساتھ زمانہ حال کے ان انشا پردازوں اور شاعروں کے مضامین نظم و نثر بھی طالب علم کی نظر سے گذریں جنہوں نے اردو کو ایک ایسی زبان بنانے کے لئے ان تھک اور کامیاب کوششیں کی ھیں جو موجودہ ضروریات کے مطابق اور ادائے مطالب پر قادر ہو—[۲] . . . . .

علامہ اقبال قدیم و جدید کی کشمکش کے نہیں ان کے اتصال و اتحاد کے قائل تھے اور وہ یہاں بھی شروع ھی سے طلباء کو ان دونوں کا جامع بنانے کی کوشش کرتے نظر آتے ھیں ۔ اور ایسا کیوں نہ ھو خود انہی کا تو یہ نقطہ نظر ہے کہ

زمانہ ایک، حیات ایک، کائنات بھی ایک
دلیل کم نظری قصۂ قدیم و جدید

۲—اقبال ''ادب برائے ادب،، کے کبھی قائل نہ تھے۔ وہ ''ادب برائے زندگی،، کے داعی تھے۔ اور زیر نظر دیباچہ میں ان کے اس نقطہ نظر کے متعلق بڑے اہم اور واضح اشارات موجود ھیں ۔ وہ فرماتے ھیں :

''مضامین کے انتخاب کے تنوع کو مد نظر رکھتے ھوئے اس امر کی کوشش کی گئی ہے کہ ھر مضمون ادبی خوبیاں رکھنے کے باوجود نئی معلومات کا حاصل ھو،،—[۳] آگے چل کر فرماتے ھیں

''حقیقت میں ادبیات کی تعلیم کا یہی مقصد ھونا چاھئے ۔ کہ ادبی ذوق کی تربیت کے ساتھ ساتھ طلباء کی وسیع النظری اور ان کے دل و دماغ کی جامعیت بھی نشو و نما پائے،،[۴]

اقبال اس ادب کے قائل نہیں جو محض الفاظ کی بازیگری سے عبارت ھو۔ وہ ادب کو ایک اعلیٰ تر مقصد کا ذریعہ سمجھتے ھیں ۔ اور اس انتخاب میں انکا یہی تصور کام کرتا نظر آتا ھے ۔ ان کی کوشش ھے کہ طالب علم زبان و ادب

---

۲ اردو کورس علامہ اقبال و احمد شجاع لاھور، ۱۹۲۴ع، صفحہ ۱—۲
۳ ایضاً صفحہ ۲ ۴ ایضاً صفحہ ۲—۳

پر عبور تو ضرور حاصل کرلے مگر صرف لغت کے پھندوں میں الجھ کر نہ رہ جائے۔ وہ معانی کی جستجو کو اپنا اصل مشن بنائے اور اپنے ادب سے اعلیٰ تر اقدار کی خدمت کا کام لے—

اے اهل نظر ذوق نظر خوب هے، لیکن
جو شے کی حقیقت کو نه دیکھے، وه نظر کیا
شاعر کی نوا هو که مغنی کا نفس هو
جس سے چمن افسرده هو، وه باد سحر کیا
مقصود هنر سوز حیات ابدی هے
یه ایک نفس یا دو نفس، مثل شرر کیا

۳—اقبال کی فکر کا بنیادی نکته اثبات حیات (Life affirmation) هے وه زندگی سے فرار کا قائل نہیں ۔ وه تو چاهتا هے که انسان هر مشکل سے پنجه آزمائی کرے۔ اور هر عقیده کو وا کرنے کی سعی کرے۔ وه زندگی سے لطف حاصل کرے ۔ اسکی حقیقت کو پہچانے اور اسکی مشکلات کا هنسی خوشی مقابله کرے ۔ بلکه‌اس کا حال تو یه هونا چاهئے که

چون مرگ آید تبسم بر لب او است

اس انتخاب میں فکر اقبال کا یه پهلو بهی بڑا نمایاں هے ۔ وه لکھتے هیں
''مضامین زیاده تر ایسے هی منتخب کئے گئے هیں جن میں زندگی کا روشن پهلو جهلکتا هو۔ تا که طالب علم اس کے مطالعه کے بعد کشا کش حیات میں زیاده استقلال، زیاده خود داری اور زیاده اعتماد سے حصه لے سکیں،،—۵

۴—زندگی کا اصل جوهر اخلاق هے ۔ اس مجموعه کی ایک بنیادی خصوصیت یه هے که از اول تا آخر یه اخلاق کی بہترین تعلیم کو حسین ترین انداز میں پیش کرتا هے ۔ مولفین کا بنیادی نقطهٔ نظر یهی معلوم هوتا هے که طلباء کے سامنے اخلاق کی اعلیٰ ترین مثالیں پیش کریں ۔ اور روز مره کی زندگی میں ان چیزوں کی نشاندهی کریں جنکی بنا پر زندگی قابل محبت اور لائق احترام بنتی هے۔

۵ ایضاً صفه ۲—۳

ان کا اصل مقصد یہ ہے کہ طالب علم نیک اور بہادر بنے—

پھر اخلاقی مضامین کو اتنا دلچسپ اور زود اثر رکھا گیا ہے کہ بات کہیں بوجھل نہیں ہو پاتی - ہر چیز بالکل سیدھی سادھی ہے اور اپنے فطری رنگ میں پیش کی گئی ہے - اس خصوصیت کو مولفین اس طرح بیان کرتے ہیں—

''اخلاقی مضامین کے انتخاب میں اس امر کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ اسلوب بیان ایسا ہو جو طالب علم کو کمزور اور بزدل بنانے کی بجائے نیک اور بہادر بنائے—،،[۶]

نیکی اور شجاعت فکر اقبال کی دو بنیادی اقدار ہیں اور اگر طالب علم میں یہ دونوں پیدا ہو جائیں تو ان کے ذریعہ اسکی پوری زندگی کی قلب ماہئیت ہو جائیگی اور وہ اس لایق بن جائیگا کہ دنیا کی امامت کا نازک کام انجام دے سکے—

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

۵—ان تمام چیزوں کے ساتھ ساتھ وطن کی جائز محبت پیدا کرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے—

''تاکہ طلباء کے دلوں میں اخلاق حسنہ اور علم و ادب کی تحصیل کے ساتھ ساتھ اپنے وطن کی محبت کا پاک جذبہ موجزن ہو،،—[۷]

۶—آخری چیز یہ ہے کہ درسی کتب میں انداز بیان کی شگفتگی کو بڑی اہمیت دی جانی چاہئے - مولفین کا خیال ہے کہ ان کتب میں موضوعات میں خاص تنوع رہنا چاہئے - اور سنجیدہ مضامین کے ساتھ مزاحیہ مضامین بھی شامل ہونے چاہئیں تاکہ طالب علم کی دلچسپیاں کتابوں سے وابستہ رہیں، ارشاد ہوتا ہے:

۶ ایضاً صفحہ ۳
۷ ایضاً صفحہ ۳

''درسی کتابوں پر بالعموم متانت کا رنگ اس قدر غالب ہوتا ہے کہ طالب علم ان میں زیادہ دلچسپی نہیں لے سکتے۔ اس نقص کو دور کرنے کے لئے اس سلسلہ میں ظریفانہ مضامین نظم و نثر کی چاشنی بھی شامل کر دی گئی ہے۔ کیونکہ نو عمر بچوں کے دل و دماغ تک دلچسپ پیرایۂ اظہار کی وساطت ہی سے رسائی ممکن ہے''۔[۸]

یہ ہیں وہ اصول جو دیباچہ میں بیان ہوئے ہیں۔ اور ہم بلا خوف تردید یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ ان اصولوں پر جو کتب بھی مرتب ہونگی و تعلیم کے حقیقی مقاصد کے فروغ کا بہترین ذریعہ بنیں گی۔

(۴)

ان اصولی مباحث کے بعد اصل تالیف ہمارے سامنے آتی ہے۔ اس میں ہند و پاکستان کے چوٹی کے لکھنے والوں کی تحریرات نظم و نثر شامل کی گئی ہیں اٹھارہ نظمیں ہیں اور اٹھارہ مضامین نثر۔ لکھنے والوں میں ڈاکٹر اقبال، خواجہ حسن نظامی، شیخ عبد القادر بیرسٹر، مولوی نذیر احمد دہلوی، اکبر الہ آبادی، مولوی ظفر علی خاں، پنڈت رتن ناتھ سرشار، تلوک چند محروم، مولانا محمد حسین آزاد، جوش ملیح آبادی، مولوی سعید احمد مارہروی، اور منشی پریم چند قابل ذکر ہیں۔ موضوعات میں بڑا تنوع ہے اور زبان سلیس اور عام فہم ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تالیف کے مندرجات پر بھی ایک طائرانہ نظر ڈال لی جائے اور ان اصولوں کی روشنی میں اس کا جائزہ لیا جائے جو علامہ نے دیباچہ میں بیان فرمائے ہیں، تاکہ یہ بات واضح ہو سکے کہ اقبال نے اپنے بیان کردہ اصولوں کو عملاً کس طرح پورا کیا ہے۔

کتاب کا آغاز ایک نظم ''وقت سحر'' سے ہوتا ہے جو خدا کی حمد میں ہے۔

جاگو نیند کے اے متوالو لطف سحر کو کھونے والو
باد سحر کے جھونکے آئے نکہت تر کے جھونکے آئے
وجد میں ہیں سب آتے جاتے حمد خدا کے گیت ہیں گاتے

۸ ایضاً صفحہ ۲

گلشن میں جو نہر ہے جاری   کرتی ہے سجدۂ خالق باری
محو یاد خدا ہے سبزہ   سر بہ سجود پڑا ہے سبزہ
جاگو یاد خدا کی گھڑی ہے   وقت نماز، دعا کی گھڑی ہے
نیند سے پیاری یاد خدا ہے   یاد خدا میں جن کو مزہ ہے۹

دوسری نظم کا عنوان ''خدا کی نعمتیں،، ہے اور اس میں خالق کی مختلف نعمتوں کو موثر انداز میں بیان کرنے کے بعد اس کے شکر کی ترغیب دی گئی ہے—

صحت میں تیری کچھ حرج نہیں اعضا میں ترے نقصان نہیں
پھر بھی یہ شکایت ہے تجھکو اسباب نہیں، سامان نہیں
انسان خدا کا منکر ہے، اللہ پر اطمینان نہیں
تو حرص و ہوا کا بندہ ہے، مضبوط ترا ایمان نہیں

دنیا کی حکومت تیری ہے، اپنے کو گدا کیوں کہتا ہے
سامان فراغت حاضر ہیں، بیکار پریشاں رہتا ہے

یہ ابر، یہ وادی، یہ گلشن، یہ کوہ و بیاباں، یہ صحرا
یہ پھول، یہ کلیاں، یہ سبزہ، یہ موسم گل، یہ سرد ہوا
یہ شام کی دلکش تفریحیں، یہ رات کا گہرا سناٹا
یہ پچھلے پہر کی رنگینی، یہ نور سحر، یہ موج صبا
معبود کی کس کس بخشش کو مکریگا، چھپائے جائے گا
اللہ کی کس کس نعمت کو، اے منکر دین جھٹلا ئیگا؟ ۱۰

یہ دونوں نظمیں کتاب کا اولین مزاج متعین کرتی ہیں اور طالب علم کے ذہن کو صالح اور تعمیری خطوط پر ترقی کی راہ دکھاتی ہیں—

کتاب میں قدیم و جدید کے درمیان قیام توازن کی کوشش اس طرح کی گئی ہے کہ ایک طرف کلاسیکی ادب میں سے مولوی نذیر احمد دھلوی کی ''کلیم کی سر گذشت،، میر انیس کا ''ایثار،، اور باقر علی داستان گو کا ''سرائے کا نقشہ

---

۹ ایضاً صفحہ ۱—۲۔
۱۰ ایضاً صفحہ ۱۲۔

برسات میں،، دیا گیا ہے تو دوسری طرف جدید ادب سے تراجم بھی ہیں - مثلاً شیخ عبدالقادر نے ایک فرانسیسی کہانی کا ترجمہ ''ایک وکیل اور اس کا بیٹا،، کے عنوان سے پیش کیا ہے - پھر جدید طرز پر لکھنے والوں میں جوش ملیح آبادی، مولانا ظفرعلی خاں اور منشی پریم چند کی تحریرات بھی اس گلدستہ میں شامل ہیں—

ادب، زندگی، اخلاق اور مقصدیت کا رچاؤ پورے انتخاب میں بڑا نمایاں ہے ذیل میں صرف چند مثالیں دی جاتی ہے—

(الف) ''اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے،، منشی تلوک چند محروم کی نظم ہے جسمیں عمل، کوشش اور جد و جہد کی اقدار کو پوری خوبی سے پیش کیا گیا ہے—

زندہ نہیں رہےگا، آخر کبھی مریگا
مرنے کے بعد اپنے پھر کچھ نہ کرسکیگا
پوچھینگے جب فرشتے تو کیا جواب دیگا
اس وقت دست حسرت افسوس سے ملیگا
جو کچھ ہو کام کرنا، دنیا میں وہ کئے جا
اس ہاتھ سے دئے جا، اس ہاتھ سے لئے جا

(ب) ہمت اور الوالعزمی پیدا کرنے کے لئے مختلف لوگوں کی سیرت کے ان پہلوؤں کو خاص طور پر نمایاں کیا گیا ہے - جو اس مقصد کے لئے ممد و معاون ہوں - شیر شاہ سوری کی زندگی اس کی بہترین مثال پیش کرتی ہے-۱۱ اسی طرح حضرت زینب رض نے جس استقامت سے اپنے بچوں کی شہادت کو برداشت کیا وہ ایک عورت کی ہمت اور دلیری کا بے نظیر نمونہ پیش کرتی ہے -۱۲ نظم ''زندگی،، میں بھی یہی جذبات بیدار کئے گئے ہیں—۱۳

(ج) انصاف اور عدل کی صفت کو بھی ایک معیار کی حیثیت سے جگہ جگہ

۱۱ ایضاً صفحہ ۱٦-۱۵-۲۳
۱۲ ایضاً صفحہ ۵-۳-۱
۱۳ ایضاً صفحہ ۱۰٦

پیش کیا گیا ہے۔ خصوصیت سے ''شیر شاہ سوری،، اور ''رام شاستری،، والے مضامین میں—۱۴

(د) پھر خیرات، خدمت خلق اور حسن سلوک کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ انکی نمایاں مثالیں جن مضامین میں ہیں وہ یہ ہیں : ''شیر شاہ سوری،،۱۵—از سعید احمد مارھروی، ''خدمت خدا و خلق،، از اعجاز حسین ۱۶ و ''حج اکبر،، از منشی پریم چند—۱۷

اس سلسلہ میں حج اکبر کی حیثیت ایک کلاسیک کی سی ہے جسمیں ایک انا کی محبت اپنی مالکہ کے بچے کیلئے پیش کی گئی ہے۔ یہ داستان خدمت اور حسن سلوک کی داستانوں میں ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔ اور پڑھنے والوں کے جذبات کو بڑی شدت سے متاثر کرتی ہے—

(ہ) پھر باپ کی اطاعت اور بیوی کی وفاداری کی بڑی اعلیٰ مثالیں اس مضمون میں پیش کی گئی ہیں جو رامچندر جی پر ہے۔ ۱۸ نیز ''ایک وکیل اور اس کا بیٹا،، میں بیوی سے وفاداری کی بڑی اچھی مثال پیش کی گئی ہے—۱۹

ہم نے صرف چند مثالیں دیکر بتایا ہے کہ اقبال کی اس تالیف میں ادب، زندگی اور اخلاق کو کس خوبصورتی کے ساتھ سمویا گیا ہے—

(۵)

اب ہم کتاب کی ایک اور خصوصیت کی طرف مختصراً اشارہ کریں گے۔ ہر کتاب میں مضامین کے بعد مشق کے لئے بچوں کے سوالات دئے جاتے ہیں۔ یکن اقبال نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ مشق کے سوالات کے ذریعہ بھی طالب علم کے ذہن پر ان اخلاقی نقوش کو مرتسم کریں جو مطلوب ہیں۔

---

۱۴ ایضاً صفحہ ۱۸-۱۸ اور ۴۷-۵۴

۱۵ ایضاً صفحہ ۲۰-۱۷ ۲۴

۱۶ ایضاً صفحہ ۶۰-۱۵۹

۱۷ ایضاً صفحہ ۱۸۳-۱۶۱

۱۸ ایضاً صفحہ ۱۰-۳ اور ۳۳-۲۷

۱۹ ایضاً صفحہ ۹۰

تعلیم کو نظریاتی رنگ دینے کی یہ بڑی کامیاب اور معیاری کوشش ہے۔ ہم چند سوالات کی طرف اشارہ کرکے بتاتے ہیں کہ اقبال نے اپنے مقصد کو کسقدر موثر اور خوبصورت انداز میں حاصل کیا ہے۔

(۱) ''خدا کی نعمتیں،، والی نظم پر جو سوالات دئے گئے ہیں وہ صرف زبان اور گرامر ہی سے متعلق نہیں ہیں بلکہ ان میں یہ بھی پوچھا گیا ہے کہ:

''اس نظم میں شاعر نے خدا کی جن جن نعمتوں کا ذکر کیا ہے انہیں اپنی عبارت میں بیان کرو،،۔

دیکھئے کس طرح طالب علم کے ذہن میں خدا کی نعمتوں کا شعور پیدا کیا جا رہا ہے۔ تاکہ وہ کورس کے مطالعہ سے ایک اچھا مسلمان بھی بن سکے۔

(۲) ''شیر شاہ سوری،، پر جو سوالات کئے گئے ہیں ان میں یہ بھی ہے:

۱۔''شیر شاہ نے چوری اور راہ زنی کا انسداد جس طریقے سے کیا اس کو اپنے الفاظ میں بیان کرو،،۔

واضح رہے کہ شیر شاہ نے شرعی قانون نافذ کرکے چوری کا انسداد کیا تھا جس کا خصوصی ذکر اصل مضمون میں کیا گیا ہے۔

۲۔''خیرات اور رفاہ عام کے متعلق اس نے کون کون سے قابل یادگار کام کئے،،۔

پھر جن جملوں کا مطلب پوچھا گیا ہے ان میں شیر شاہ کے اس قول کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ ''عدل فضائل حسنہ کا زیور ہے،،۔ یہاں بھی سوالات کے ذریعہ کچھ خاص اقدار پر طالب علم کی توجہ کو مرکوز کیا گیا ہے۔

(۳) ''رام شاستری،، والے مضمون پر یہ سوال دیا گیا ہے۔
''رام شاستری کی صاف گوئی اور حق پسندی کی جو مثالیں اس سبق میں ہیں انھیں اپنے الفاظ میں بیان کرو،،۔

(۴) ''زندگی،، والی نظم پر سوال کیا گیا ہے، ''اس نظم سے ہمیں کیا

سبق سیکھنا چاھئے؟،،

تمام مضامین کے آخر میں اسی قسم کے سوالات دئے گئے ھیں ۔ ھم نے صرف چند مثالیں دے کر یہ واضح کرنے کی کوشش کی ھے کہ اقبال نے سوالات کے ٹیکنیک کو مقصدی شعور اور اخلاقی احساس پیدا کرنے کے لئے کس خوبصورتی سے استعمال کیا ھے—

''اردو کورس،، گو مڈل اسکول کے بچوں کے لئے لکھی گئی تھی لیکن یہ کتاب اقبال کے تعلیمی تصورات کے سلسلہ کی ایک بڑی اھم کڑی ھے۔ افسوس کہ آج تک یہ کتاب گمنامی کے پردوں میں چھپی رھی ۔ ضرورت ھے کہ سلسلہ اقبالیات کی یہ تمام گم شدہ کڑیاں جمع کی جائیں اور ان کی روشنی میں تعلیم کی تشکیل نو کا کام انجام دیا جائے—